صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 01 (Jan-March 2026)

علمِ ارض الحدیث: تعارف واہمیت

Ilm al-Arḍ al-Ḥadīth: An Introduction and Its Significance

Muhammad Shabbir
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
hafizshabbir917@gmail.com

Dr. Hafiz Hasan Madni
Associate Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
drhhasan.is@pu.edu.pk

Abstract:
The Prophetic Hadith constitutes the primary and most authoritative source for the interpretation and explanation of the Holy Qur'an. To facilitate its accurate understanding and interpretation, Muslim scholars developed a wide range of auxiliary sciences. Among these, geography occupies a significant position in elucidating the geographical dimensions of the Hadith. Although geography is an independent discipline, the correct understanding of many Prophetic traditions depends upon the accurate identification of the places, routes, cities, settlements, rivers, and historical events mentioned therein. In some narrations, geographical context is essential for understanding the intended meaning, while in others it provides greater clarity and depth. Moreover, geographical considerations are evident in the Prophet's (ﷺ) teachings concerning legal rulings, acts of worship, military strategy, peace treaties, clothing, food, and other practical aspects of life. Therefore, geographical knowledge is indispensable for the proper interpretation of the Prophetic Hadith. This study proposes the term ʿIlm al-Arḍ al-Ḥadīth (Geography of Hadith) to denote the discipline concerned with the geographical investigation, identification, and interpretation of the places mentioned in the Hadith. It argues that Arḍ al-Ḥadīth is not merely an auxiliary science of Hadith studies but also an essential field for the comprehensive understanding of Sīrah, Islamic jurisprudence, and Islamic history.

Keywords: *Hadith Studies, Geography of Hadith (ʿIlm al-Arḍ al-Ḥadīth), Auxiliary Sciences of Hadith, Prophetic Traditions, Historical Geography, Islamic Geography, Sīrah Studies, Contextual Interpretation of Hadith, Geographic Context, Islamic Studies*

تمہید

اسلام عالمگیر دین ہے۔ اس کی تعلیمات زماں ومکاں کی قیود سے بالاتر تمام زمانوں کے تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کے بنیادی سرچشمے قرآن اور حدیث ہیں۔ قرآن وحدیث کی درست تفہیم و تعبیر، تفسیر و تشریح اور وضاحت و تفصیل کرنے کی غرض سے مسلمانوں نے اسلامی علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے دنیا کی کسی ملت میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ مسلم علماء کرام نے قرآن وحدیث کی تفہیم و تشریح کے لیے نئے نئے فنون وضع کیے۔ قرآن مجید کی شرح یعنی حدیث نبوی کی تحفیظ و تدریس دورِ نبوی میں جاری ہوچکی تھی، صحابہ کرام میں کئی مقدس شخصیات ایسی بھی تھیں جن کا اوڑھنا بچھونا اور تمام تر مشغولیت علمِ حدیث ہی تھا۔ اُن کے شاگردوں نے اس علم کو وہ عروج بخشا کہ اسلامی علوم میں "علمِ حدیث" ایک نمایاں علم کے طور پر سامنے آیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں علمائے حق نے دین کے بنیادی مآخذ کی حفاظت وصیانت کی خاطر جن نئے علوم وفنون کی داغ بیل ڈالی ہے، ان کا ایک بڑا حصہ مختلف جہات اور متنوع عنوانات سے معنون ہوکر "علوم الحدیث" کی صورت میں زندہ و تابندہ ہے۔

ان علوم کی وسعت کے اجمالی تعارف کا اندازہ چھٹی صدی ہجری کے معروف محدث وفقیہ، امام ابو بکر زین الدین حازمی (۵۴۸ھ-۵۸۴ھ) کی وضاحت سے ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"علم الحديث يشتمل على أنواعٍ كثيرة، تقرب من مائة نوع، ذكر منها طائفة أبوعبدالله الحافظ رحمة الله عليه في "معرفة علوم الحديث"، وكل نوع منها علم مستقل لوأنفق الطالب فيه عمرهٗ لما أدرك نهايتهٗ، لكن المبتدئ يحتاج أن يستطرف من كل نوع؛لأنها أصول الحديث، ومتى جهل الطالب الأصول تعذر عليه طريق الوصول۔[i]

"علم حدیث کی سو کے لگ بھگ انواع ہیں، حافظ ابو عبد اللہ (حاکم) نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں ان انواع میں سے معتدبہ تعداد ذکر کی ہے، اور ہر نوع مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے، (بعض انواع ایسی ہیں کہ) اگر طالب علم پوری حیاتِ مستعار انہیں میں صرف کرڈالے تب بھی انتہا کو نہ پاسکے گا، لیکن مبتدی کو چاہیے کہ ہر نوع سے معتدبہ استفادہ کرے؛ اس لیے کہ یہ حدیثی اصول ہیں، اور طالب علم اصول سے ہی نابلد ہو تو مقصود تک پہنچنا دشوار ہوجاتا ہے۔"

اسی طرح علامہ ابن صلاحؒ نے "مقدمہ" میں پینسٹھ (۶۵) انواع ذکر کی ہیں، جبکہ علامہ سیوطیؒ نے دیگر کتب سے جمع کرکے اپنے اضافات کے ساتھ "تدريب الراوي" میں چورانوے (۹۴) انواع ذکر کی ہیں۔

اسلام کے مزاج میں جمود نہیں ہے، اس لیے اسلامی علوم وفنون میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ان کے دائرہ میں وسعت آتی جارہی ہے۔ علوم الحدیث میں بھی دیگر علوم کی طرح نئی نئی جہات پر کام سامنے آرہا ہے اور تحقیق و تالیف کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ ان تمام علوم وفنون کا مقصد تفہیمِ حدیث ہے۔ حدیث پاک کی درست تفہیم کے لیے جو علوم معاون و مددگار سمجھے جاتے ہیں ان میں بنیادی حیثیت "فنِ جغرافیہ:" کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح سیرت، تاریخ اور اسلامی ثقافت کی کتابوں میں بھی جغرافیہ کا علم نہایت بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ان علوم میں سے ہے جن کی ایک مسلمان داعی، محقق عالم اور سنجیدہ طالبِ علم کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا وہ علوم وفنون جن سے واقفیت تفہیم حدیث کے لیے ناگزیر ہے، ان میں سے ایک "علمِ جغرافیہ" بھی ہے۔ علم جغرافیہ بظاہر ایک علیحدہ شعبہ ہے جس کا حدیث پاک سے بظاہر کوئی خاص تعلق معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ جغرافیہ یونانی لفظ ہے۔ یہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ جیو(GEO)اور گرافی(GRAPHY)، جیو: میں۔ گرافی: لکھنا، تشریح کرنا۔ اسے عربی میں منتقل کرکے جغرافیہ کہتے ہیں، جس کا معنی ہے: "زمین کے حوالے سے لکھنا، تشریح کرنا، زمین کا مطالعہ کرنا، تحقیق کرنا"

اصطلاح میں:

(1) "ایسا علم جس میں کرۂ ارض کی سطح کا مطالعہ کیا جائے۔"

(2) "ایسا علم جس میں انسان اور اس کے ماحول کے درمیان باہمی تعلق کا مطالعہ کیا جائے۔"

خلاصہ یہ کہ: "زمین پر قدرتی نقوش جیسے سمندر، پہاڑ، صحرا، وادیاں، یا انسانی تصرفات جیسے شہر، بستیاں، مصنوعی نہریں وغیرہ کے مطالعہ کو "جغرافیہ" کہتے ہیں۔[ii]

اس تعریف سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جغرافیہ علوم دینیہ سے بالکل منفرد اور ایک علیحدہ علم ہے۔ لیکن دقت نظر سے دیکھا جائے تو علومِ اسلامیہ خصوصاً قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ کی کامل فہم اور تفسیر وتشریح کے لیے علم جغرافیہ سے واقفیت، اس علم میں مہارت اور اس سے مدد لینا انتہائی ناگزیر ہے۔ جغرافیہ کی مدد سے تفہیم حدیث کے شعبہ کو "ارض الحدیث" کا نام دیا جاتا ہے۔

ارض الحدیث کا معنی ومفہوم

متقدمین علماو محققین نے جن علوم وفنون کی اصطلاحات کو بیان کیا ہے ان میں "علم ارض الحدیث" کے خاص عنوان سے کسی مخصوص علم کا بظاہر تذکرہ نہیں ملتا، اگرچہ متقدمین مفسرین ومحققین نے جس طرح قرآن مجید میں مذکور مقامات کی جغرافیائی تعیین وتحقیق کی ہے بالکل اسی طرح محدثین وفقہاء کرام نے بھی حدیث مبارکہ میں مذکور مقامات کی تشریح اور وضاحت کی ہے۔ تاہم اس تشریح کو کسی نے ارض الحدیث کی مخصوص اصطلاح سے معنون نہیں کیا۔ عربی ذخیرۂ اصطلاحات میں بھی ابھی تک "علم ارض الحدیث" کی اصطلاح رائج نہیں ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اردو ادب میں "ارض القرآن" کا عنوان سب سے پہلے برصغیر کے عظیم محقق ومؤرخ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے قائم فرمایا تھا۔ انھی کی پیروی میں بعد کے محققین میں یہ اصطلاح عام رائج ہوگئی اور قرآن کے بعد حدیث مبارکہ کے لیے بھی "ارض الحدیث" کی اصطلاح استعمال ہونے لگی ہے۔ حدیث کے باب میں "علم ارض الحدیث" کی اصطلاح اردو زبان میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کی؟ اس کا جواب دینا مشکل ہے۔

علم ارض الحدیث کی تعریف

جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی کہ کتب لغت واصطلاحات میں "علم ارض الحدیث" کے نام سے مخصوص علم معنون نہیں ملتا، اسی لیے اس کی لگی بندھی لغوی واصطلاحی تعریف بھی نہیں ملتی، لیکن الفاظ کے ظاہر سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ "علم ارض الحدیث" سے مراد وہ علم ہے جس میں احادیث مبارکہ کی جغرافیائی تشریح اور وضاحت کی جاتی ہے۔ آسان الفاظ میں ہم یوں بیان کرسکتے ہیں کہ: "احادیث مبارکہ

میں مذکور شہروں، بستیوں، وادیوں، چراگاہوں، پہاڑوں، دریاؤں، نہروں، چشموں، مسجدوں، غاروں اور جنگی میدانوں وغیرہ کی جغرافیائی نقطہ نظر سے تشریح کرنا اور مذکورہ مقامات کی تعیین و تحقیق کرنا، ان مقامات سے متعلق نبوی پیش گوئیوں کی وضاحت کرنا، جدید سرحد بندی کے لحاظ سے ان کی قدیم و معاصر موجودگی کی نشاندہی کرنا علم ارض الحدیث کے زمرے میں آتا ہے۔

فہم حدیث میں جغرافیہ کی اہمیت

تفہیم حدیث کے لیے معاون علوم میں سے علم جغرافیہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے، بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جغرافیہ اور حدیث کے درمیان کوئی خاص تعلق نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کا ریکارڈ ہیں جو ایک مخصوص زمانے اور مقام میں صادر ہوئے۔ اس لیے جغرافیائی محل وقوع کو سمجھے بغیر ان کی تفہیم و تشریح کماحقہ سمجھ آتی ہے نہ اس سے درست نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ کیوں کہ احادیث مبارکہ میں بعض اقوام و ملل کے بارے میں پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں، کچھ علاقوں سے متعلق مختلف احکام ملتے ہیں جن میں جغرافیائی نوعیت کی تعلیمات دی گئی ہیں۔

مزید برآں، اسلامی فتوحات میں بعض علاقے صلح کے ذریعے فتح ہوئے، بعض جنگ کے ذریعے، بعض نے امان قبول کیا، اور بعض طاقت و غلبہ سے زیرِ نگیں آئے۔ شریعتِ اسلامیہ میں ان تمام صورتوں کے الگ الگ احکام ہیں، مثلاً: مالِ فَے کی تقسیم، جزیہ کا نفاذ، خراج کی وصولی، مقاطعات اور صلح ناموں کے احکام، اور جاگیریں (اقطاعات) عطا کرنے کے مسائل وغیرہ، ان امور سے ناواقف رہنا فقہاء کے لیے مناسب نہیں، اور نہ ہی ائمہ اور حکمران اس جہالت میں معذور سمجھے جاسکتے ہیں، خواہ ان مسائل کا حصول مشکل ہو یا آسان، کیونکہ یہ دینی فتاویٰ اور اسلامی قوانین و ضوابط کی بنیادوں میں شامل ہیں۔ احادیث مبارکہ میں مذکور زمین کی ان درج بالا اقسام کی معرفت اور تقسیم سے متعلق یقینی معلومات میں جغرافیہ کا بنیادی کردار ہے۔ اسی طرح گزرتے وقت کے ساتھ کچھ مقامات (جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں تھا) اب موجود نہیں ہیں، ان کی پہلی سی حالت نہیں رہی یا ان کے نام بدل گئے، لیکن چونکہ تحقیقی، تاریخی اور عقیدت سے جڑی بہت سی باتیں ان مقامات سے وابستہ ہوتی ہیں، اس لیے آج بھی ایک محقق کو ان مقامات کی قدیم و معاصر تعیین و تحدید کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کے لیے اس مقام اور ماحول کو سمجھنا ضروری ہے جس میں وہ بیان ہوئیں۔ اگر جغرافیائی پس منظر کو نظر انداز کر دیا جائے تو حدیث کا مفہوم غلط رخ اختیار کر سکتا ہے۔

جغرافیائی پس منظر کو جاننا اس لیے بھی ضروری قرار پاتا ہے کہ احادیثِ نبویہ کسی خلا میں وجود میں نہیں آئیں بلکہ ایک مخصوص سماجی اور جغرافیائی ماحول میں بیان ہوئیں، اور یہی ماحول ان کے معنی و مفہوم پر اثرانداز ہوا۔ جغرافیائی حالات ان خارجی عوامل میں شامل تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے انداز اور ان کے مفہوم کی تشکیل میں کردار ادا کیا۔ چنانچہ بعض احادیث کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ان کی سیاقی و سباقی تشریح ضروری ہوتی ہے تاکہ ان کے پیغامات اور حکمتوں کو درست انداز میں سمجھا جا سکے۔ کبھی کبھی حدیث کو صرف اس کے ظاہری الفاظ کی بنیاد پر نہیں سمجھا جاسکتا، اس لیے اس کے صحیح سیاقی مفہوم تک پہنچنے کے لیے ایک مخصوص طرزِ مطالعہ درکار ہوتا ہے۔ جغرافیائی نقطۂ نظر انہی سیاقی مناہج میں سے ایک ہے جو حدیث کے حقیقی معنی کو دریافت کرنے میں مدد دیتا ہے۔ جغرافیائی نقطۂ نظر

ایک ایسا تجزیاتی آلہ ہے جس کی مدد سے حدیث کے معانی کو زیادہ درست انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ عرب کے جغرافیائی ماحول میں بیان ہونے والی احادیث کو اس دور کے لوگ آسانی سے سمجھ لیتے تھے کیونکہ وہ اسی ماحول میں رہتے تھے۔ لیکن جب وہی احادیث دوسرے جغرافیائی خطوں میں پڑھی جاتی ہیں تو غلط فہمی کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سے گفتگو کرتے وقت ان کے جغرافیائی اور معاشرتی حالات کو پیش نظر نہ رکھتے تو ان کے لیے آپ ﷺ کی مراد کو سمجھنا مشکل ہو جاتا۔ جغرافیائی نقطۂ نظر کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کی متعدد تعلیمات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر نمازوں کے اوقات اور رمضان کے روزوں کے آغاز و اختتام کا تعین سورج اور چاند جیسے قدرتی مظاہر کے ذریعے کیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں ان علامات کی جگہ فلکیاتی حساب نے لے لی ہے جو زیادہ سائنسی دقت فراہم کرتا ہے، لیکن اس کی بنیاد بھی انہی جغرافیائی اصولوں پر قائم ہے جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ یہی وجہ ہے رمضان المبارک جیسا مقدس مہینہ (جس میں اسلام کے فرائض پنجگانہ میں سے روزہ جیسا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے) بھی چاند نظر آنے پر شروع ہوتا ہے، جو کہ جغرافیائی لحاظ سے ہر خطے میں مختلف وقت میں نظر آتا ہے، یہی حال عیدین اور حج و یومِ عرفہ کا ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے یہ اہم عبادات والے دن آگے پیچھے آتے ہیں۔ لہٰذا جغرافیائی نقطۂ نظر سے حدیث کو سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے متن اور اس کے گرد موجود قدرتی و سماجی حالات کے باہمی تعلق کو سمجھا جائے۔

جغرافیائی پہلو رکھنے والی احادیث کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلی قسم

وہ احادیث جن کے فہم کے لیے جغرافیائی تشریح لازمی نہیں، لیکن مقامات کی وضاحت ضروری ہے۔

اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ ایسے مقامات جو معروف اور مشہور ہوں

مثلاً:

جیسا کہ بیت اللہ کے کا ذکر مختلف احادیث میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ كَانَ بِيَدِهِ، وَيَقُولُ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ "،زَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ يَوْمَ الْفَتْحِ"۔[iii]

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ﷺ ہر ایک کو اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے کچوکا دے کر گرانے لگے اور یہ فرمانے لگے: "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بلاشبہ باطل مٹنے والا ہے۔ حق آ گیا اور باطل نہ آغاز کرتا ہے اور نہ لوٹاتا ہے" (بلکہ دونوں اللہ عزوجل جلالہ کے کام ہیں۔) ابن ابی عمر نے اضافہ کیا: فتح مکہ کے دن۔"

اس روایت میں کعبہ کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ مقام اتنا مشہور و معروف ہے کہ قاری کو اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں پڑتی، وہ حدیث مبارکہ کے الفاظ کو پڑھتے / سنتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ کعبہ سے کیا مراد ہے اور وہ کہاں پر واقع ہے۔

2۔ایسے مقامات جن کی وضاحت خود حدیث میں موجود ہو

مثلاً:

مدینہ منورہ کو حرام قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اس کے حدود بھی بیان فرمادیے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي"[iv]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔"

اس حدیث پاک میں ایک مقام یعنی مدینہ منورہ کی حرمت کا ذکر فرمایا گیا ہے، سامعین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ مدینہ منورہ جسے حرم قرار دیا جارہا ہے اس کی حدود کیا ہوں گی؟ تو آپ ﷺ نے خود ہی اس کی مشرقی و مغربی حدود کو متعین فرمایا کہ وہ دونوں پتھریلے کناروں (یعنی مدینہ شریف کے مشرق اور مغرب میں اس قسم کے دو قطعات پائے جاتے ہیں جو مشرقی حرہ اور مغربی حرہ کے نام سے معروف ہیں۔ مشرقی حرہ کا نام حرہ واقم اور مغربی حرہ کا نام حرہ وبرہ ہے، یہی شہر کی مغربی و مشرقی حدود ہیں۔) کے درمیان کا علاقہ ہے۔

دوسری قسم

وہ احادیث جن کے صحیح فہم کے لیے جغرافیائی نقطۂ نظر ضروری ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔وہ احادیث جن میں جغرافیائی تشریح ناگزیر ہو

مثلاً:

آپ ﷺ نے ایک موقع پر مدینہ منورہ میں اپنے اصحاب کرام کے سامنے قبلہ کی سمت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ "[v]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مشرق اور مغرب کے درمیان جو ہے وہ سب قبلہ ہے۔"

"مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ" یہ اہل مدینہ اور اسی سمت پر واقع دوسرے لوگوں کے لیے ہے، اس لیے کہ مدینہ، مکہ کے شمال میں واقع ہے۔ جب مدینے والے اپنا رخ جنوب کی جانب کرتے ہیں تو اس صورت میں مغرب ان کے دائیں طرف اور مشرق بائیں طرف پڑتا ہے، لہٰذا ان کا قبلہ ان دونوں سمتوں کے درمیان ہوا، کیونکہ مشرق اور مغرب کے درمیان جو سمت بنتی ہے وہ جنوب ہے۔

یہ حدیث پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ہی جغرافیائی سمت متعین نہیں کرتی۔ اگر کوئی شخص اس حدیث کو لفظی طور پر پوری دنیا پر لاگو کرے تو مسئلہ پیدا ہو گا۔ مثلاً پاکستان مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ لہٰذا وہاں قبلہ جنوب نہیں بلکہ مغرب کی طرف ہو گا۔ اگر پاکستان کا مسلمان صرف حدیث کے ظاہری الفاظ کی بنا پر جنوب رخ نماز پڑھے تو وہ کعبہ کی طرف متوجہ نہیں ہو گا۔ اس لیے حدیث کا اصل مقصد اپنے مقام سے کعبہ کی سمت اختیار کرنا ہے، نہ کہ ایک مخصوص عالمی سمت مقرر کرنا۔ کیوں کہ مسلمان تو پوری دنیا میں موجود ہیں یعنی کعبہ کے چاروں طرف مسلمان موجود ہیں تو ہر علاقے والے کے لیے وہاں سے جس سمت میں بھی کعبہ پڑے گا اس کا وہی سمت قبلہ کہلائے گی، نیز جدید نقشوں اور جیومیٹریائی حسابات کے ذریعے قبلے کی سمت نہایت درست انداز میں معلوم کی جاسکتی ہے۔ یہ تحقیق اس بات کی تائید کرتی ہے کہ قبلے کے بارے میں احادیث کا تعلق جغرافیائی محلِ وقوع سے ہے۔

دوسری مثال:

وہ روایات ہیں جن میں آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے شاگردوں کو قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے تعلیم ارشاد فرمائی کہ:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا"[vi]

"ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "پاخانہ و پیشاب کے لیے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرو، بلکہ پورب یا پچھم کی طرف کرو۔"

یہ خطاب اہل مدینہ اور ان لوگوں کو ہے جو خانہ کعبہ سے اتر یا دکھن کی سمت میں رہتے ہیں، اس سے مقصود اس سمت کی جانب رہنمائی ہے جس میں قبلہ نہ آدمی کے آگے ہو نہ پیچھے، برصغیر ہند و پاک والوں کا قبلہ چونکہ مغرب میں ہے اس لیے یہاں اس حدیث کے مطابق جنوب اور شمال کی طرف منہ یا پیٹھ کی جائے گی۔

اس حدیث کا اصل مقصد مشرق یا مغرب کو لازم قرار دینا نہیں بلکہ قبلے کے احترام کو ملحوظ رکھنا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو آپ مدینہ منورہ میں تھے، اور مدینہ مکہ کے شمال میں واقع ہے۔ اس لیے مدینہ والوں کے لیے جنوب میں قبلہ تھا اور مشرق یا مغرب قبلے سے ہٹ کر سمتیں تھیں لہٰذا انہیں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اگر حدیث کو لفظی طور پر لیا جائے اگر کوئی شخص اس حدیث کو ہر علاقے میں لفظی طور پر نافذ کرنا چاہے تو مشکلات پیدا ہوں گی۔ مثلاً پاکستان مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اگر وہاں کا مسلمان قضائے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرے تو ممکن ہے وہ قبلے کی سمت ہی میں آ جائے۔ اس لیے حدیث کا مقصد قبلے کی طرف منہ یا پشت نہ کرنا ہے، نہ کہ لازماً مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنا۔

2۔وہ احادیث جن میں جغرافیائی تشریح لازم تو نہ ہو لیکن اس سے فہم میں نمایاں بہتری آتی ہو

اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ حدیث جس واقعے کا ذکر کر رہی ہے کیا وہ واقعی اسی علاقے یا زمانے سے تعلق رکھتا ہے؟اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے فہم میں حالات اور ماحول کا اعتبار ضروری ہے۔

مثلاً:

ایک موقع پر اپنے بعد نمودار ہونے والے فتنوں کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے بہ طور پیشگوئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ،أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ، يَقُولُ: " أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا،مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ "[vii]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ آپ مشرق کا رخ کیے ہوئے فرما رہے تھے: ، سنو! فتنہ یہاں ہو گا، سنو! یہاں ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوتا ہے۔" جہت مشرق سے کیا مراد ہے اس میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مدینہ سے مشرق میں نجد بھی ہے اور عراق بھی مشرق میں ہی واقع ہے (اور اسلام کی ابتدائی تاریخ میں تمام بدعتی فرقوں کا ظہور اس سرزمین سے ہوا ہے اور امت میں یہ فرقے اختلاف وانتشار کا باعث بنے ہیں) اس لیے علامہ خطابی نے لکھا ہے "من كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها،وهي مشرق اهل المدين" لیکن اس قول کو ذکر کرنے کے بعد مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:" ولكن الراجح ان المراد بها النجد، لیکن راجح قول یہی ہے کہ اس سے مراد نجد ہے۔"[viii]

اب مدینہ کے مشرق سے نجد مراد ہو یا عراق یا نجد سے عراق تک کا سارا علاقہ مراد ہو تو اس کی وضاحت سے حدیث مبارکہ کی تفہیم میں سہولت ہو جاتی ہے، مگر مراد کو سو فیصد متعین نہ بھی کیا جائے تو کلی طور پر مفہوم پر پردہ نہیں پڑتا، یعنی اس طرح کی روایات میں جغرافیائی تشریح لازم تو نہیں ہوتی لیکن اس سے فہم میں نمایاں بہتری آ جاتی ہے، اسی لیے علماء کرام نے ان کی جغرافیائی تشریح میں خوب مشقت اٹھائی ہے۔

دینی احکام ومعاملات کی عملی صورتوں میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

احادیثِ مبارکہ اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی تعلیمات میں جغرافیائی عوامل کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ یہ کہنا مقصود نہیں کہ اس نوعیت کی احادیث کی علت صرف جغرافیہ ہے، بلکہ جغرافیہ ان متعدد حکمتوں میں سے ایک مؤثر عنصر ہے جو اس طرح کی احادیث کے سیاق، محلِ ورود اور عملی تطبیق کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مختلف احکام، تعلیمات اور معاملات میں آپ ﷺ جغرافیائی عوامل کو پیش نظر رکھتے تھے یا ان میں پنہاں متعدد حکمتوں میں جغرافیہ بھی ایک مؤثر عنصر ہوا کرتا تھا، ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

لباس میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

قمیص اور سفید لباس سے متعلق احادیث ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قَالَتْ:كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الْقَمِيْصُ"[ix]

"حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔"

ایک اور روایت میں ہے:

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: الْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ"[x]

"حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور طیب ہیں اور ان میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔"

لباس کا تعلق بڑی حد تک مقامی عرف، ثقافت، آب و ہوا، معاشرتی حالات، پیشوں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا لباس کی وہ صورتیں جو شریعت کی بنیادی حدود کے خلاف نہ ہوں، قابل قبول ہیں۔ مکہ مکرمہ انتہائی گرم خطہ تھا، تجارتی مرکز تھا، جنوبی اور شمالی عرب کے درمیان تجارتی راستے پر واقع تھا۔ اس ماحول میں قمیص ایک ایسا لباس تھا جو گرمی کے لیے موزوں تھا، تاجروں کی نقل و حرکت کے لیے آسان تھا، مقامی ثقافت کا حصہ تھا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کو قمیص پسند تھی۔

اگر اس حدیث کو ظاہری معنی پر محدود کر دیا جائے تو یہ تصور پیدا ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ہر زمانے اور ہر ملک میں قمیص ہی پہننا ضروری ہے۔ حالانکہ دنیا کے مختلف علاقوں میں کسان، ماہی گیر، مزدور، فوجی، پولیس اہلکار، صنعت کار مختلف نوعیت کے لباس استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے حدیث کا اصل مقصد کسی خاص ڈیزائن کے لباس کو لازم کرنا نہیں بلکہ اسلامی آداب کے مطابق لباس اختیار کرنا ہے۔

سفید لباس کی فضیلت کا جغرافیائی پس منظر

اسی طرح سفید رنگ کے بارے میں نبی ﷺ کی ترغیب کا ایک جغرافیائی پہلو بھی ہے۔ گرم علاقوں میں سفید رنگ سورج کی روشنی کو زیادہ منعکس کرتا ہے۔ گرمی کا احساس نسبتاً کم ہوتا ہے۔ اسی لیے مکہ جیسے گرم ماحول میں سفید لباس زیادہ موزوں تھا۔ سرد ممالک یعنی یورپ جیسے سرد خطوں میں سفید لباس ہمیشہ عملی انتخاب نہیں ہوتا۔ بعض اوقات گہرے رنگ زیادہ موزوں ہوتے ہیں کیونکہ وہ حرارت کو جذب کرتے ہیں۔ اس لیے سفید لباس کی حدیث کو جغرافیائی حالات سے الگ کر کے نہیں سمجھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انسان بھی تھے جو ایک مخصوص جغرافیائی اور ثقافتی ماحول میں زندگی گزار رہے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی بعض عادات اور ترجیحات اپنے ماحول سے بھی تعلق رکھتی تھیں۔ لہٰذا ہر ایسی چیز جو آپ ﷺ نے بطور عادت اختیار فرمائی ہو، ضروری نہیں کہ وہ ہر زمانے اور ہر معاشرے میں عین اسی شکل میں اختیار کرنا دینی فریضہ بن جائے۔ لہٰذا جغرافیائی عوامل کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کی دینی زندگی کو مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔

کھانے پینے میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھانے پینے سے متعلق تعلیمات میں بھی جغرافیائی عوامل کو پیش نظر رکھتے تھے، اس کی مثال گوہ کے گوشت سے متعلق واقعہ میں ملتی ہے۔ ایک موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے چند شاگردوں کے ہمراہ دستر خوان پر براجمان ہوئے۔ بھُنا ہوا گوشت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کیا گیا، کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ بتانے والے نے عرض کیا: "اِنَّهُ ضَبٌّ، یہ گوہ ہے"، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ شاگردوں میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معاملہ دیکھتے ہوئے عرض کیا: "اَحَرَامٌ؟، کیا یہ حرام ہے؟" تو جواب میں ارشاد فرمایا: "لَا! وَلَكِنَّهُ لَا يَكُوْنُ بِاَرْضِ قَوْمِي، فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهُ، نہیں! حرام تو نہیں ہے لیکن یہ میرے علاقے میں نہیں ہوتا اِس لیے میری طبیعت اِسے گوارا نہیں کرتی۔"[xi]

انسان کے کھانے پینے کی عادات اور پسند ناپسند میں علاقائی وخاندانی رہن سہن اور خوراک کا خاصا عمل دخل ہوتا ہے۔ اِس لیے مختلف علاقوں کے افراد کے ہاں کھانے پکانے کے ڈھنگ باہم مختلف ہوتے ہیں۔ ایک قسم کا کھانا ایک علاقے میں تو مرغوب سمجھا جاتا ہے، جب کہ وہی پکوان دوسرے خطے کے باسیوں کے ہاں بالکل پسند نہیں کیے جاتے۔ عرب میں بھی مختلف قبائل اور علاقوں میں کھانے پینے سے متعلق پسند ناپسند میں درجات پائے جاتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی تعلیمات میں ان علاقائی و جغرافیائی فطری عوامل کی بھی ہمیشہ رعایت فرمائی، یہاں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے گوہ کے کھانے سے جب دستِ مبارک روکا تو اُس کی وجہ یہ بتائی کہ: "یہ میرے علاقے میں نہیں ہوتا اِس لیے میری طبیعت اِسے گورا نہیں کرتی"۔ یعنی جغرافیائی پس منظر کی بنیاد پر دست مبارک کھینچ لیا اور جغرافیائی پس منظر ہی کی بنیاد پر سدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف پلیٹ سرکائی گئی۔

دانتوں کی صفائی میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

احادیث مبارکہ میں مسواک کی بہت تاکید بیان ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ "[xii]

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت کو حرج اور مشقت میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

اسی طرح ایک روایت میں پسندیدہ درخت کی مسواک کے متعلق ہے کہ:

"عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "نِعْمَ السِّوَاكُ الزَّيْتُونُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ، يُطَيِّبُ الْفَمَ، وَيُذْهِبُ بِالْحَفَرِ هُوَ سِوَاكِي، وَسِوَاكُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي"[xiii]

"حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "زیتون کا مسواک بہت عمدہ مسواک ہے، یہ ایک بابرکت درخت سے حاصل ہوتا ہے، منہ کو خوشبودار کرتا ہے اور دانتوں کی خرابی (کیڑا یا گڑھے) کو دور کرتا ہے۔ یہ میرا مسواک ہے اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی مسواک رہا ہے۔"

اسی طرح صاحب السواک والنعلین سیدنا عبداللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"كنت أجتني لرسول الله ﷺ سواكا من إراك"[xiv]

"میں رسول اللہ ﷺ کے لیے اراک کے درخت کی مسواک تلاش کر کے لایا کرتا تھا"

درج بالا احادیث میں پہلی حدیث پاک کا ظاہری مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دانتوں کی صفائی صرف مسواک کے ذریعے کرنی چاہیے، لیکن سیاق اعتبار سے دیکھا جائے تو مسواک بذاتِ خود مقصد نہیں بلکہ منہ اور دانتوں کی صفائی اصل مقصد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسواک اس لیے استعمال فرمائی کیونکہ جزیرۂ عرب میں اراک کا درخت بکثرت موجود تھا اور وہ وہاں کے خشک جغرافیائی ماحول کے لیے موزوں تھا۔ لہٰذا مسواک کو صفائی کا واحد ذریعہ سمجھنا درست نہیں بلکہ اسے صفائی کی علامت سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح اراک اور زیتون کی مسواک کا نبی کریم ﷺ کو محبوب ہونے میں جہاں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں وہاں جغرافیائی پہلو بھی ہے یہ دونوں درخت خطۂ عرب میں بکثرت پائے جاتے تھے، لیکن اگر کسی علاقے یہ دونوں قسم کے درخت نہ پائے جاتے ہوں تو وہاں دوسرے درختوں کی مسواک سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، حدیث کے ظاہری مفہوم کی بنیاد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف اراک اور زیتون ہی کی مسواک لازم ہے۔ اسی وجہ سے عصر حاضر میں دانت صاف کرنے کے لیے ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال بھی اس حدیث کے مقصد کو پورا کرتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"یہاں ایک بحث یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو برش وغیرہ رائج ہیں ان سے یہ (مسواک کی) سنت ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کا محقق جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک سنۃ السواک، دوسرے استعمال المسواک المسنون، جہاں تک سنۃ السواک کا تعلق ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ مسواک مسنون کی عدم موجودگی میں کپڑا، منجن، یا محض انگلی کی رگڑ سے بھی سنت سواک ادا ہو جاتی ہے، اگرچہ استعمال المسواک المسنون کی سنت ادا نہیں ہو گی۔"[xv]

نیز پہلی حدیث پاک کے الفاظ "أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي" میں غور کیا جائے تو امت کے مشقت میں پڑنے کے خدشہ کا اظہار فرمایا گیا ہے، ہر نماز سے پہلے مسواک کو لازمی قرار دینے میں ایک ظاہری مشقت تو یہی ہے کہ نمازی کے لیے ہر نماز سے پہلے مسواک کا اہتمام باعث مشقت ہو سکتا ہے، مگر "عَلَى أُمَّتِي" کے لفظ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ امت محمدی کے افراد تو دنیا کے ہر خطے میں موجود ہوں گے، پس امت کے بہت سے افراد ایسے علاقوں میں بھی موجود ہو سکتے ہیں جہاں جغرافیائی لحاظ سے بھی ہر نماز سے پہلے مسواک کا اہتمام باعث مشقت ہو سکتا ہے، اس لیے اس رعایت میں ایسے امتیوں کو بھی مشقت سے بچانا مقصود تھا، گویا یہاں بھی جغرافیائی رخصت اور رفع مشقت کی رعایت فرمائی گئی ہے۔

جنگی حالات میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

آپ ﷺ نے غزوات میں بھی اکثر و بیشتر جغرافیائی عوامل کی رعایت فرمائی تھی۔ اس نوعیت کی کئی اور مثالیں بھی سیرت نبوی میں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مشہور و معروف راستوں کے بجائے گمنام اور مخالف سمت کے دشوار گزار لمبے راستے اختیار فرمائے، ان کے

پیچھے یہی جغرافیائی عوامل کار فرما تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ ﷺ مجاہدین کے لشکر کو ریتلی زمین پر پڑاؤ کا حکم فرمایا تھا، جب کہ دشمن نے جہاں پڑاؤ کیا وہاں کی مین پتھریلی اور سخت تھی، جب بارش ہوئی تو اس پتھریلی اور سخت میں چکناہٹ پیدا ہو گئی جس کے سبب دشمن کے فوجیوں کے پاؤں پھسلنے لگے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے جہاں پڑاؤ کیا تھا وہ ریتلی زمین بارش کے بعد جم گئی اور وہاں مجاہدین کے قدم پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی سے جمنے لگے، نبی کریم ﷺ کی اس جغرافیائی حکمت و بصیرت کے سبب مجاہدین کو جنگ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔[xvi]

صلح و امن میں جغرافیائی عوامل کی رعایت

آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صلح و امن کے جو معاہدات طے فرمائے تھے ان میں بھی جغرافیائی عوامل آپ ﷺ کے پیش نظر ہوا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال صلح حدیبیہ بھی ہے، جو بہ ظاہر مسلمانوں نے دب کر کی تھی مگر اس میں جغرافیائی لحاظ سے بڑی حکمت پوشیدہ تھی جس کا بعد میں سب کو اندازہ ہوا۔ اس وقت مدینہ منورہ دو دشمنوں کے درمیان واقع تھا، دونوں سے کھلی کھلی جنگ تھی، اور دونوں کے ساتھ ایک شدید فوجی معرکہ در پیش تھا۔ جنوب کی سمت میں قریش مکہ تھے اور شمال کی سمت میں یہود تھے۔ دونوں کا آپس میں مسلمانوں کے خلاف گہرا تعلق اور معاہدہ تھا اور دونوں مسلمانوں کے دشمن تھے۔ جب احزاب کی جنگ ہوئی تو یہودیوں نے مشرکین مکہ کا ساتھ دیا۔ ان کو فنڈز بھی دیئے اور وسائل بھی دیئے۔ بعد میں بھی دونوں کے درمیان روابط رہے۔

ان دونوں طاقتور اور با اثر دشمنوں سے بیک وقت عہدہ بر آ ہونا مدینہ منورہ کے لئے آسان نہ تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ ان میں سے ایک دشمن کو غیر جانبدار کر دیا جائے۔ اس لیے آپ ﷺ نے جنوب والے دشمن سے معاہدۂ امن کیا، اور شمال والے دشمن کو اسی صلح والی مدت میں زیر کر لیا، ان کی شرارتوں اور سازشوں کا سدباب کر دیا۔ اس صلح میں آپ ﷺ کی جغرافیائی حکمت و بصیرت کا بعد میں اظہار ہوا۔[xvii]

نتائج بحث (Results and Discussion)

1۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حدیثِ نبوی کی درست تفہیم کے لیے علمِ جغرافیہ ایک بنیادی معاون علم کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ متعدد احادیث کا صحیح مفہوم جغرافیائی محلِ وقوع اور تاریخی پس منظر کے ادراک پر منحصر ہے۔

2۔ تحقیق سے یہ امر سامنے آیا کہ اگرچہ متقدمین محدثین نے "علمِ ارض الحدیث" کی مستقل اصطلاح استعمال نہیں کی، تاہم انہوں نے احادیث میں مذکور مقامات کی تعیین، تحقیق اور جغرافیائی تشریح کے ذریعے اس علم کی عملی بنیاد فراہم کی۔

3۔ اس مطالعے سے ثابت ہوا کہ "علمِ ارض الحدیث" کو علومِ حدیث کی ایک مستقل معاون شاخ کے طور پر متعارف کرایا جا سکتا ہے، جو احادیث میں مذکور مقامات اور جغرافیائی حقائق کے منظم مطالعے سے متعلق ہے۔

4۔ تحقیق نے واضح کیا کہ جغرافیائی تناظر سے احادیث کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (الف) وہ احادیث جن میں جغرافیائی تشریح فہم کو بہتر بناتی ہے، اور (ب) وہ احادیث جن کا صحیح مفہوم جغرافیائی تشریح کے بغیر ممکن نہیں۔

5۔ قبلہ، اوقاتِ عبادات، سفر، فتوحات، صلح و جنگ، لباس، خوراک اور دیگر عملی احکام سے متعلق متعدد احادیث یہ ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں جغرافیائی حالات اور مقامی ماحول کی رعایت فرمائی۔

6۔ تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ احادیث کے ظاہری الفاظ کو ان کے جغرافیائی اور زمانی سیاق سے الگ کر کے سمجھنے سے بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں، جبکہ جغرافیائی تجزیہ ان روایات کے حقیقی مفہوم تک رسائی میں مدد دیتا ہے۔

7۔ مطالعہ اس نتیجے تک پہنچا کہ جدید جغرافیائی علوم، نقشہ سازی، جغرافیائی معلوماتی نظام (GIS) اور تاریخی جغرافیہ جیسے ذرائع احادیث میں مذکور مقامات کی تعیین اور تحقیق میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

8۔ مجموعی طور پر یہ تحقیق اس نتیجے کی تائید کرتی ہے کہ "علمِ ارض الحدیث" حدیث، سیرت، فقہ اور اسلامی تاریخ کی جامع، سیاقی اور معروضی تفہیم کے لیے ایک ناگزیر بین اللسانی (Interdisciplinary) علمی میدان ہے، جس پر مزید منظم اور تخصصی تحقیق کی ضرورت ہے۔

سفارشات (Recommendations)

علم ارض الحدیث کے تعارف و اہمیت پر تحقیقی مطالعہ کے بعد درج ذیل تجاویز و سفارشات پیش کی جا سکتی ہیں:

1۔ جامعات اور دینی تعلیمی اداروں میں علومِ حدیث کے نصاب میں **علمِ ارض الحدیث** کو ایک معاون علمی موضوع کے طور پر شامل کیا جائے۔

2۔ احادیث میں مذکور مقامات، راستوں اور تاریخی مقامات کا جدید جغرافیائی ذرائع، بالخصوص **GIS**، ڈیجیٹل نقشہ سازی** اور تاریخی اٹلس کی مدد سے تحقیقی جائزہ لیا جائے۔

3۔ احادیث میں مذکور جغرافیائی مقامات کا ایک جامع (Atlas of Hadith Geography) یا "معجمِ ارض الحدیث" مرتب کیا جائے، تاکہ محققین کو مستند حوالہ جاتی مواد میسر آ سکے۔

4۔ ارض القرآن، ارض الحدیث، سیرت اور اسلامی تاریخ کے مابین تقابلی و بین اللسانی (Interdisciplinary) تحقیقات کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

5۔ آئندہ تحقیقات میں احادیث کے جغرافیائی، تاریخی، آثارِ قدیمہ اور عمرانی پہلوؤں کو یکجا کر کے نئے تحقیقی امکانات کو فروغ دیا جائے۔

6۔ حدیث کی شرح و تفسیر میں جغرافیائی سیاق و سباق کو منہجی اصول (Methodological Principle) کے طور پر اختیار کیا جائے، تاکہ احادیث کی تعبیر زیادہ جامع، معروضی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکے۔

حوالہ جات

i ۔ ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان الحازمی الھمدانی، زین الدین (المتوفیٰ:584ھ)، عجالۃ المبتدي وفضالۃ المنتھي في النسب، تحقیق و تعلیق: عبد اللہ کنون، المطبعۃ الامیریۃ بالقاھرۃ، 1393ھ/1997ء، ط3، ص3

ii ۔ ابولبابہ شاہ منصور، مفتی، کتاب الجغرافیہ، السعید پبلی کیشنز، کراچی، س۔ن، صفحہ 21و208

iii ۔ مسلم بن حجاج، القشیری النیسابوری، ابوالحسن (المتوفیٰ:261ھ)، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ (الصحیح المسلم)، تحقیق: فریق بیت الافکار الدولیۃ، طبع اوّل، بیت الافکار لدولیۃ للنشر والتوزیع، (1419ھ/1998ء)، کتاب الجھاد والسیر، رقم الحدیث: 4625

iv ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ الجعفی (المتوفیٰ:256ھ)، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ (صحیح البخاری)، دارِ ابنِ کثیر، دمشق وبیروت، طبع اوّل، (1423ھ/2002ء)، کتاب فضائل المدینہ، باب حرم المدینہ، رقم الحدیث: 1869

v ۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، ابوعیسیٰ (المتوفیٰ:279ھ)، سنن الترمذی، تحقیق: رائد بن صری ابن ابی علفہ، دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، طبع دوم، (1436ھ/2015ء) کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی ابتداء القبلۃ، رقم الحدیث: 344

vi ۔ النَّسائی، احمد بن شعیب بن علی بن سنان، ابوعبدالرحمن (المتوفیٰ:303ھ)، سنن النَّسائی، تحقیق: رائد بن صبری ابن ابی علفہ، دار طویق للنشر والتوزیع، الریاض، طبع اوّل، (1429ھ/2008ء) کتاب الطھارۃ، باب النھی عن استبدار القبلۃ عند الحاجۃ، رقم الحدیث: 21

vii ۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب الفتنۃ من المشرق، رقم الحدیث: 7292

viii ۔ عثمانی، محمد تقی، مفتی، تکملہ فتح الملھم، تدقیق و تکملہ: محمود شاکر، دار الاحیاء التراث العربي، بیروت، 1426ھ/2006ء، ط1، جلد6، صفحہ 248

ix ۔ السنن الترمذي، کتاب اللباس، باب ماجاء في القمص، رقم الحدیث: 1763

x ۔ السنن الترمذي، کتاب الأدب، باب ماجاء في لبس البیاض، رقم الحدیث: *2810*

xi ۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الشِّواء، رقم الحدیث: 5400

xii ۔ السنن الترمذی، کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء في السواک، رقم الحدیث: 22

xiii ۔ أبو القاسم سلیمان بن أحمد الطبراني (٢٦٠-٣٦٠ھ)، المعجم الاوسط، المحقق: أبو معاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد - أبو الفضل عبد المحسن بن إبراھیم الحسیني، دار الحرمین – القاھرۃ، 1415ھ/1995ء، جلد1، صفحہ 210، رقم الحدیث: 678

xiv ۔ مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 3991

xv ۔ محمد تقی عثمانی، مفتی، درسِ ترمذی، مرتب: مولانا رشید اشرف سیفی، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1431ھ/2010ء، جلد1، صفحہ 226

xvi ۔ صفی الرحمن مبارکپوری، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ لاہور، 1421ھ/2000ء، ط2، ص288

xvii ۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2015ء، طبع5، صفحہ 105